انسانی شخصیت و کردار، سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری☆

قرآن مجید نے بنی نوع انسان کی تشکیل و تصویر اور بناوٹ و تکمیل نیز اس کی شخصیت و کردار کے متعلق بہت سے حقائق و معارف کا ذکر کیا ہے۔ اور انسانی شخصیت و کردار پر براہ راست اثر انداز ہونے والے عوامل اور اسباب کا تذکرہ کیا ہے۔ ان وجوہات کو بھی بیان کیا ہے جن کے باعث انسان راہِ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے اور گمراہی و ضلالت کا شکار ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور سیرتِ مطہرہ نے انسان کے قلوب کی صفائی، تزکیے اور روحانی و اخلاقی بیماریوں کے علاج کا بھی ذکر کیا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ O (۱)

کیا وہی آگاہ نہیں ہوگا جس نے پیدا کیا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔

قرآن مجید نے مادے اور روح سے انسان کی تخلیق کے طریقہ کار کا ذکر کیا ہے۔ اللہ جل شانہ‘ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا پھر اس میں روح پھونکی، چنانچہ ارشاد ہے:

اِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَراً مِّنْ طِیْنٍ O فَاِذَا سَوَّیْتُه‘
وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْلَه سٰجِدِیْنَ O (۲)

اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو پیدا کرنے والا ہوں گیلی مٹی سے پھر جب میں اسے پورا بنالوں اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں تو تم اس کے روبرو سجدے میں گر پڑنا۔

احادیث نبوی ﷺ میں بھی انسان کے مادے اور روح سے پیدا کئے جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے ہر شخص کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ وہ چالیس دنوں تک اپنی ماں کے پیٹ میں نطفے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اتنی ہی مدت علقہ کی شکل میں رہتا

☆ مدیر ماہنامہ تعمیر افکار

ہے۔ پھر اتنی ہی مدت مضغہ کی شکل میں رہتا ہے پھر فرشتے کو بھیجا جاتا ہے، تو وہ اس میں روح پھونکتا ہے (۳)

اس حدیث مقدسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان اپنی تخلیق میں دوطرح کی صفات رکھتا ہے۔

۱۔ مادی صفات یعنی حیوانی صفات

۲۔ روحانی صفات یعنی ملکوتی صفات

بنی نوع انسان کے جسم وجان سے تعلق رکھنے والے ایسے لازمی ضروریات وجذبات ہوتے ہیں جواس کی بقا کے لئے ضروری ہوتے ہیں اوراس میں وہ دوسرے تمام جان داروں کا شریک ہوتا ہے۔

دوسری جانب اس کے اندر قلب وروح سے تعلق رکھنے والی روحانی ضروریات وحاجات اور روحانی جذبات بھی ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ اپنی روحانی منازل ومدارج طے کرتا ہے۔ اور کمال انسانی کا وہ مقام ودرجہ حاصل کرلیتا ہے جس کی وجہ سے کرامت کا تاج اس کے سر پر رکھا گیا ہے۔ اور اللہ جل وعلا نے اسے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کرکے اسے زمین پر اپنا نائب وخلیفہ بنایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل مولود یولد علی الفطرۃ و ابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (۴)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

انسان اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے فطرت کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین حنیف پر ہوتا ہے اس میں اللہ جل شانہٗ کی معرفت اور توحید باری تعالیٰ کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ حق کی طرف اس کا رجحان ومیلان ہوتا ہے، نیک کام کی صلاحیت، اور گمراہی وضلالت سے بچنے کی صفت وصلاحیت موجود ہوتی ہے۔ لیکن اس فطری استعداد کے ابھرنے، جلا پانے اور پروان چڑھنے کے لئے تعلیم وتربیت اور تہذیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہوتا کچھ یوں ہے کہ بعض اوقات غلط ماحول سے متاثر ہوکر بچہ اپنی فطرت سے محروم ہوجاتا ہے اوراس میں غلط رجحانات جنم لینے لگتے ہیں جہاں انسان کے اندر حق کی معرفت اور اعمال صالحہ کی فطری استعداد وصلاحیت ہوتی ہے وہیں خاندانی معاشرتی غیر صالح اور ناموزوں حالات سے متاثر ہوکر اس میں حق کی پہچان اور اعمالِ صالحہ کی جانب رجحان کی فطری صلاحیت ماند پڑجاتی ہے۔ اوروہ باطل وبداعمال میں پڑجاتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ ہر بچہ فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے لیکن وہ خاندانی، معاشرتی، سماجی، ثقافتی، تمدنی اور تہذیبی اسباب وعوامل کی بنا پر جن میں وہ پلتا بڑھتا ہے اور پرورش پاتا ہے، کبھی یہودیت کی جانب مائل ہو جاتا ہے کبھی نصرانیت اختیار کر لیتا ہے اور کبھی مجوسیت کا پیروکار بن جاتا ہے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے:

میں نے اپنے تمام بندوں کو اسی طرح پیدا کیا کہ وہ سب کے سب دینِ حنیف پر تھے پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انہیں دینِ حق سے برگشتہ کر دیا۔(۵)

انسان اپنی فطری صلاحیت کے ذریعے حق و باطل، خیر وشر اور نیکی و بدی کے درمیان تمیز کر لیتا ہے۔ پھر اللہ جل شانہٗ نے انسان کو ارادہ اور عمل کی آزادی دے رکھی ہے وہ اپنے ارادے سے خیر یا شر کا عمل کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِO (۶)

اور ہم نے اسے دونوں راستے بتا دیئے۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِراً وَّ اِمَّا كَفُوْراًO (۷)

ہم ہی نے اس کو راستہ بتلایا پھر یا تو وہ شکر گزار ہوا یا ناشکرا ہو گیا۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے ہمیں بتلا دیا کہ حلال وحرام بالکل واضح ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان اپنی فطری صلاحیت واستعداد کے ذریعے حلال وحرام، خیر وشر، حق و باطل اور نیکی و بدی کا ادراک کر لیتا ہے حضرت وابصہ بن معبدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم ہر نیکی کے بارے میں مجھ سے پوچھنے آتے ہو میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہوا اور قلب مطمئن ہو اور بدی وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینہ میں تردد وتشکک باقی رہے اگرچہ تمہیں لوگوں نے فتویٰ دے دیا ہو۔(۸)

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ انسان اپنی فطرت کے باعث اعمالِ صالح کی طرف جھکتا ہے۔ اور اس کی طبیعت اس پر مطمئن ہوتی ہے اور جب کبھی اس کے دل میں برا خیال آتا ہے تو وہ بے

اطمینانی و تردد محسوس کرتا ہے۔ انسان کی طبیعت اپنی فطرت کی وجہ سے یہ محسوس کر لیتی ہے کہ کون سا عمل قابلِ تعریف ہے کون سا مذموم، یہ فطری استعداد اچھی تربیت سے پروان چڑھتی ہے اور قوت ونمو پاتی ہے اور غلط تربیت کے نتیجے میں ماند پڑ جاتی ہے اور دب جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا O فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَاO قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا O وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاO(۹)

قسم ہے جان کی اور اس کی جس نے اسے درست بنایا پھر اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری دونوں کا اسے القا کیا وہ یقیناً بامراد ہوگیا جس نے اپنی جان کو پاک کر لیا اور وہ یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔

روح اور بدن کی کچھ ضروریات ہوتی ہیں۔ دونوں ان سے آسودہ رہنا چاہتے ہیں بدن کو غذا پانی اور نیند و آرام کی ضرورت ہے۔ انسانی بدن گرمی، سردی اور تکلیف سے بچنا چاہتا ہے۔ اسے جنس مخالف کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اسے ان چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو انسانی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ انسانی روح بھی چند چیزوں کی جستجو میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی عبادت واطاعت اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے اس کا تقرب اختیار کرنے کا ذوق وشوق انسانی روح میں پیدا ہوتا رہتا ہے۔

کبھی کبھی تو مطالباتِ روح اور مطالبات بدن میں کشمکش سی ہونے لگتی ہے قرآن مجید، حدیث نبوی اور سیرتِ نبوی ﷺ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ان دونوں پہلوؤں یعنی مادی پہلو اور روحانی پہلو کے درمیان توازن اور اعتدال قائم رکھا جائے یہ ایسا حکم ہے جو پوری فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ہے اور اس صورت میں انسانی لذتوں کا حصول بھی اچھے انداز میں اور مناسب طریقے سے ممکن ہوتا ہے۔

اسلام نے بدن اور روح کے تقاضوں کے درمیاں جتنا اعتدال اور توازن رکھا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض ایسے فرائض اور تکالیف جن میں انسان کو ضرر اور مشقت لاحق ہوتی ہے انہیں ترک کر دینے کا حکم ہے۔ مثال کے طور پر مسافر اور مریض کو رمضان کے روزوں سے رخصت دی گئی ہے۔ اسی طرح مرض کی حالت میں جب پانی کا استعمال نقصان دہ ہو یا پانی کم مقدار میں ہو اور اگر وہ اس پانی کو پینے کے لئے اٹھا نہ رکھے تو موت کا اندیشہ ہو تو ترکِ وضو کی اجازت ہے۔ اسی طرح مذہب اسلام میں بعض دنیاوی کاموں کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے، مثلاً کسبِ معاش کے لئے کوشش کرنے والا، اپنے والدین اور اہلِ وعیال کے لئے محنت کرنے والا، راہ خدا میں محنت کرنے والا شمار ہوتا ہے۔ حالاں کہ انسان کے اپنے اور اہل وعیال کے معاش کی فکر کرنے اور اس کے لئے محنت وکوشش کرنے سے بدنی اور جسمانی

تقاضے پورے ہوتے ہیں۔لیکن ساتھ ہی ساتھ روحانی تقاضوں کا بھی پورا ہونا پایا جاتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے معلم اخلاق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اصحاب کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک طاقت ور اور تندرست نوجوان بڑی تیزی سے چلا جا رہا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا کیا خوب نوجوان ہے کاش اس کی یہ جوانی اور اس کی یہ طاقت اللہ کی راہ میں خرچ ہوتی نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا یہ بات مت کہو، کیوں کہ اگر وہ اس بات کے لئے کوشش کر رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے بچالے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جائے تو اس کا یہ عمل اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنے کمزور و ناتواں بوڑھے والدین اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تاکہ انہیں بھیک مانگنے کی نوبت نہ آئے اور انہیں آسودہ حال کر دے تو اس کا یہ عمل بھی اللہ کے راستے میں ہوگا، اور اگر وہ فخر و تکبر اور نام و نمود اور دکھاوے کے لئے محنت و کوشش کر رہا ہے تو اس کی یہ کوشش و سعی شیطان کے راستے میں ہوگی۔(۱۰)

اگر مختلف افرادِ معاشرہ کے درمیان غور کیا جائے تو ان کے رنگ و نسل، جسمانی، عقلی و فکری صلاحیتوں تعلیم و تعلم کی صلاحیت و قدرت، اور ان کے ذاتی خدوخال کے درمیان نمایاں فرق نظر آتا ہے زمانۂ قدیم سے مفکرین نے اس فرق کا خیال رکھا ہے۔

دورِ جدید کے ماہرین نفسیات نے بھی تربیتی اور معاشی مقاصد کو پورا کرنے میں اس تفریق سے واقفیت کے لئے نہایت باریک پیمانے وضع کئے ہیں۔جن کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہر فرد کو اس کی ذاتی صلاحیتوں کے مناسب کام میں لگایا جائے اور اسی کے مطابق اسے تعلیم و تربیت دی جائے۔قرآن مجید بھی اس جانب اشارہ کرتا ہے:

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْ قَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط (۱۱)

تو کیا آپ کے پروردگار کی رحمت کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں ہم نے تو ان کے درمیان ان کی دنیوی زندگی تک میں ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے، اور ہم نے ایک درجے دوسرے سے بلند رکھے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۝ (۱۲)

اور اس کی نشانیوں میں سے بنانا ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور الگ ہونا ہے تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا، بے شک اس میں بھی نشانیاں ہیں علم والوں کیلئے۔

لوگوں کے درمیان اس شخصی تفریق کی جانب حدیث مقدسہ میں بھی اشارہ ملتا ہے:

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے پوری زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھا کر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی لئے زمین میں جتنے قسم کی مٹیاں ہیں اتنے ہی قسم کے انسان ہیں، کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی سیاہ ہے اور کوئی درمیانے رنگ کا، کوئی نرم مزاج ہے کوئی سخت مزاج ہے اسی طرح کوئی پاک طینت ہے اور بدطینت (۱۳)

اس حدیث شریفہ میں لوگوں کے رنگ و آہنگ، طبیعتوں اور مزاجوں کے فرق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس طرح زمین کے مختلف حصے مختلف رنگ صلاحیتوں اور خصوصیات کے مالک ہوتے ہیں کوئی حصہ نرم اور ہموار ہوتا ہے تو کوئی حصہ پیچیدہ اور دشوار گزار ہوتا ہے۔ اسی طرح لوگوں کے درمیان رنگوں کا فرق بھی پایا جاتا ہے۔ کوئی سرخ رنگ کا ہے کوئی کالے رنگ کا کوئی گورا چٹا ہے اسی طرح مزاج، اخلاق و عادات کے اعتبار سے بھی لوگوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔ کوئی خوش طبیعت، خوش اخلاق، نرم مزاج اور معاملے کا صاف شخص ہوتا ہے، اور کوئی اس کے برعکس بداخلاق، درشت مزاج بدکردار اور لوگوں کے ساتھ خشکی کے ساتھ پیش آنے والا ہوتا ہے۔

لوگوں میں ذہانت و ذکاوت کے اعتبار سے بھی فرق ہوتا ہے ذہانت یا ذکاوت چند عقلی صلاحیتوں پر مشتمل ہوتی ہے جیسے فہم و فراست سیکھنا اور یاد رکھنا بلکہ بعض ماہرین نفسیات ذہانت کی تعریف ہی اس طرح کرتے ہیں کہ یہ سیکھنے سکھانے کی صلاحیت کا نام ہے، اس صلاحیت کے اعتبار سے بھی لوگوں میں مختلف درجات ہوتے ہیں، کچھ لوگ جلد سیکھ جاتے ہیں اور سنے ہوئے علم کو سمجھ لیتے ہیں اور پھر اسی اچھی طرح یاد بھی رکھتے ہیں۔ ان میں اس بات کی بھی صلاحیت ہوتی ہے کہ جو سیکھا ہے اسے دہرالیں اور لوگوں کو سکھا دیں۔ جب کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ نہ تو جلد سیکھ پاتے ہیں اور نہ ہی سنی ہوئی باتوں کو ٹھیک سے یاد رکھ پاتے ہیں اور نہ ہی ان میں وہ باتیں یاد رکھ کر دوسروں کو سکھانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم اور ہدایت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال کسی زمین پر ہونے

والی وافر بارش کی طرح ہے۔ اس زمین کا کچھ حصہ اچھا تھا اس نے پانی جذب کیا اور خوب گھاس اور سبزہ اگایا۔ زمین کا کچھ حصہ بنجر تھا اس نے پانی جمع کر لیا اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا لوگوں نے اس میں سے پانی پیا، جانوروں کو پلایا اور کھیتی باڑی کی کچھ زمین ہموار اور چٹیل میدان تھی وہاں نہ پانی رکا اور نہ گھاس اگی یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے دین میں تفقہ حاصل کیا اسے میرے لائے ہوئے دین سے نفع پہنچا اس نے خود سیکھا دوسروں کو سکھایا اور اس شخص کی مثال ہے جس نے میرے لائے ہوئے دین اور ہدایت کی طرف سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جسے لے کر مجھے بھیجا گیا ہے (۱۴)

نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں سیکھنے، سمجھنے اور یاد کرنے کی صلاحیتوں میں لوگوں کے درمیان فرق کو بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے لوگوں کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

پہلی قسم کی مثال پاکیزہ زمین کی سی ہے یہ لوگ علم حاصل کرنے اسے یاد رکھنے اس پر عمل کرنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اس صلاحیت کے ذریعے وہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں اور خود اپنی ذات کو بھی۔

دوسری قسم بنجر زمین کی ہے یعنی ایسی سخت زمین جس میں پانی جذب نہیں ہوتا یہ لوگ علم حاصل کر کے دوسروں تک منتقل تو کرتے ہیں ان سے دوسرون کو فائدہ یقیناً پہنچتا ہے، لیکن یہ لوگ اپنے علم سے خود کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔

تیسری قسم کی مثال چٹیل میدان کی سی ہے، ایسی چکنی اور ہموار زمین جس پر پودے نہیں اگتے، اس قسم کے لوگ نہ تو خود علم حاصل کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ ان کے اندر علم کو یاد رکھنے کی صلاحیت و طاقت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو منتقل کر سکیں نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا:

کلموا لناس علیٰ قدر عقو لھم (۱۵)

لوگوں سے ان کی عقلوں کے لحاظ سے گفتگو کریں۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کی عقلی اور ذہنی صلاحیتوں کے درمیان فرق ہوتا ہے تعلیم و تربیت، تہذیب و تمدن، اور ثقافت کے ذمہ دار حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اس تفاوت کی رعایت کریں، ہر شخص و فرد سے گفتگو، بات چیت، اس کے تعلیمی معیار اور عقلی و ذہنی صلاحیتوں کے معیار کے مطابق ہو، معلم کائنات سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس حدیث

میں تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں جو بنیادی اوراہم اصول بیان فرمادیا اسے مسلم مربیین ومعلمین نے ہر دور میں اختیار کیا اورآج دورِجدید کے ماہرین تربیت اور ماہرین نفسیات بھی اسی اصول کواختیار کررہے ہیں،

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین و انما انا قاسم و اللہ یعطی

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے دین میں سمجھ بوجھ کی دولت سے نواز دیتے ہیں، اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں یہ بات وضاحت کے ساتھ فرمادی ہے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں اوراس کی توضیح وتشریح کرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ ہر شخص کو اپنے ارادے سے فہم وسمجھ عطا فرماتا ہے اور جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ خیر اور بھلائی کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں اسے فہم وفراست اور ذکاوت وذہانت کا وہ درجہ عطا فرمادیتے ہیں کہ اس شخص کے لئے دین میں تفقہ کرنا ممکن ہوجاتا ہے، قران مجید میں بھی اس جانب واضح اشارہ ملتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ (۱۷)

وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کردیتا ہے اور جسے حکمت عطا ہوگئی بس اسے یقیناً خیر کثیر عطا ہوگئی۔

مسلمان کی زندگی میں ایمان ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ ایمان ہی ہے جو اس کی زندگی کا رخ متعین کرتا ہے اوراس کے اخلاق وکردار کو درست کرتا ہے، خواہ اس کا یہ سلوک اور معاملہ اور رویہ خدائے ذوالجلال کے ساتھ ہو یا دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو یا خود اپنے ساتھ ہو، ایمان ہی وہ معیار ہے جس پر ہر قسم کے اعمال وافعال تولے جاتے ہیں اوراسی ایمان کی بنیاد پر انسان کی قدر وقیمت متعین ہوتی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے سب سے اعلیٰ اور افضل شخص وہ ہے جس کا ایمان مضبوط ہو اور وہ سب سے زیادہ متقی ہو، تقویٰ کے علاوہ کسی اورانسانی خصوصیت کی اسلام کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے صرف تقویٰ ہی سے لوگوں کی قدر وقیمت متعین ہوتی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۭ (۱۸)

بے شک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

یٰا ایھا الناس ان ربکم واحد واباکم واحد الا لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا اسود علیٰ احمر ولا احمر علیٰ اسود الا بالتقویٰ (۱۹)

اے لوگو! تم سب کا خدا ایک ہے تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو سنو کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی سیاہ کو سرخ پر کسی سرخ کو سیاہ پر کوئی فوقیت نہیں (نسل ورنگت کے سب امتیازات ہیچ ہیں) فضیلت کا دارومدار صرف تقویٰ اور خوفِ خدا پر ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل شخص کون ہے آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہو (۲۰)

اسلام کی نظر میں انسان کی قدروقیمت اس کے ایمان، تقویٰ، اعمالِ صالحہ اور اخلاق وکردار کی بنیاد پر ہے۔ انسان کے حسب ونسب، مال ومنال، جاہ ومنصب، قوت وطاقت، ظاہری آرائش و زیبائش کی بنا پر نہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ایک نہایت عظیم الجثہ شخص آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قدروقیمت مچھر کے پر سے زیادہ نہیں ہوگی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی آیت پڑھو:

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ○ (۲۱)

سو ہم قیامت کے دن ان کے اعمال کا ذرا سا بھی وزن قائم نہیں رکھیں گے۔

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ لاینظر الیٰ صورکم و اموالکم ولکن اللہ ینظر الیٰ قلوبکم و اعمالکم (۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال و دولت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

درحقیقت شخصیت وکردار کے حوالے سے تعلیماتِ نبوی میں پائے جانے والے اشارے نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ان سے روشنی حاصل کرتے ہوئے اپنے شخصی معاملات درست کریں، اور اپنے کردار کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن: سورۂ الملک، آیت ۱۴
۲۔ القرآن: سورۂ ص، آیت ۷۱، ۷۲
۳۔ بخاری مسلم (نووی جلد، ص ۳۶۵، حدیث ۱/ ۳۹۷
۴۔ شیبانی، ج ۴، ص ۱۳۸
۵۔ مسلم ج ۵، ص ۷۶، ۷۷
۶۔ القرآن: سوۂ البلد، آیت ۱۰
۷۔ القرآن: سورۂ الدھر، آیت ۳
۸۔ دارمی، جلد ا، ص ۵۰۵، ۵۰۶
۹۔ القرآن: سورۂ الشمس، آیت ۷، ۱۰
۱۰۔ طبرانی، معجم کبیر، تخریج زین الدین عراقی، جلد ۲، ص ۶۱
۱۱۔ القرآن: سورۂ الزخرف، آیت ۳۲
۱۲۔ القرآن: سورۂ الروم، آیت ۲۲
۱۳۔ ترمذی، جلد ۴، ص ۱۳۹
۱۴۔ نووی، جلد ۲، ص ۹۵، حدیث ۳/ ۱۳۷۹
۱۵۔ ابوداؤد بروایت حضرت عائشہ، جلد ا، ص ۵۷
۱۶۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد
۱۷۔ القرآن: سورۂ بقرہ، آیت ۲۶۹
۱۸۔ القرآن: سورۂ الحجرات، آیت ۱۳
۱۹۔ مسند احمد بروایت ابو نضرۃ، جلد ۵، ص ۴۱۱۔ مجمع الذوائد
۲۰۔ مسند احمد، جلد ۴، ص ۱۴۵
۲۱۔ بخاری، جلد ۴، ص ۱۷۹
۲۲۔ مسلم، جلد ا، ص ۵۵

فرہنگ سیرت

حافظ سید فضل الرحمٰن

سیرت طیبہ میں آنے والے تقریباً تین ہزار الفاظ، مقامات، شہر، شخصیات، پہاڑوں، چشموں، قبائل وغیرہ کی تفصیلات پر مشتمل جامع ترین لغت۔ تیس نقشوں کے ساتھ

اپنے موضوع پر منفرد اور نئی پیشکش

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی، ۱۸۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰